مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

خطبۂ استقبالیہ

از

پروفیسر اے۔ ایم۔ پٹھان

وائس چانسلر

دوسرا جلسۂ تقسیم اسناد

ہفتہ، 16 جون 2007ء

خطبۂ استقبالیہ

از

پروفیسر اے ایم پٹھان

وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

عزت مآب عالی جناب ارجن سنگھ صاحب، مرکزی وزیر فروغ انسانی وسائل، حکومت ہند، ڈاکٹر عبید صدیقی، ممتاز سائنس داں اور یونیورسٹی کے چانسلر، ہزاکسلینسی پروفیسر اخلاق الرحمٰن قدوائی، گورنر ہریانہ، جناب شمس الرحمٰن فاروقی، وائس چیرمین، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی جنہیں ''ڈی لٹ'' کی اعزازی ڈگریاں پیش کی جانے والی ہیں: ایگزیکٹیو اور اکیڈمک کونسل کے اراکین، معزز مہمانان، خصوصی مدعوئین، یونیورسٹی کے تدریسی وغیر تدریسی رفقائے کار، مدعوین، طلبا اور والدین۔

یقیناً یہ میرے لیے غیر معمولی اعزاز اور عزت افزائی کی بات ہے کہ میں آج

حیدر آباد میں یونیورسٹی کے دوسرے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ایک نہایت قابل احترام اجتماع سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ یونیورسٹی کا پہلا جلسہ تقسیم اسناد اگست 2005 میں منعقد ہوا جس میں تقریباً چار ہزار گریجویٹس کو سندیں عطا کی گئیں جنھوں نے اس یونیورسٹی کے آرٹس، سماجی علوم اور سائنس کے مختلف شعبوں سے جدید اور عصری مضامین میں اردو زبان کے ذریعہ اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کی تھی۔ وہ اجلاس تقریباً آٹھ دہوں کے بعد پھر اس منظر کی جھلک پیش کر رہا تھا جب کہ 1921 میں پہلی مرتبہ عثمانیہ یونیورسٹی کے طلبا نے اپنی اعلیٰ تعلیم مکمل کی تھی اور یہ سلسلہ 1948 تک جاری رہا۔

اس موقع پر میں چاہوں گا کہ اس قابل احترام اجتماع میں معزز مہمانان کا تعارف بھی پیش کروں۔ یہ موقع اس یونیورسٹی کے لیے خوشی و مسرت کا بھی ہے اور خوش قسمتی کا باعث بھی کہ ہمارے درمیان آج جناب ارجن سنگھ صاحب، عزت مآب وزیر برائے فروغ انسانی وسائل موجود ہیں۔ جناب ارجن سنگھ صاحب نہ صرف ایک طویل مدتی تجربہ رکھنے والے مدبر سیاست داں اور قومی سطح کے قائد ہیں بلکہ اس یونیورسٹی کے قیام کا ابتدائی تصور بھی آپ ہی کی رہنمائی میں قائم ہوا تھا۔ یقیناً یہ ایک دور رس اثرات کا حامل اقدام تھا جس میں از اول تا آخر ہندوستانی جذبہ شامل تھا۔ محترم جناب! میں اس بات کا یقین دلاتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ یہ یونیورسٹی عظیم کامیابی کے حصول کی جدوجہد میں مصروف عمل رہے گی اور بہتر سے بہتر انداز میں اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرتی رہے گی۔

محترم ارجن سنگھ صاحب محتاج تعارف تو نہیں ہیں لیکن میں اس موقع سے استفادہ کرتے ہوئے معزز سامعین کے سامنے عزت مآب وزیر کا مختصر تعارف رکھنا چاہوں گا۔ 5 نومبر 1930ء کو مدھیہ پردیش کے مقام چرہٹ میں پیدا ہونے والے جناب ارجن سنگھ نے 1957 میں مدھیہ پردیش کی قانون ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے اپنے عوامی کیریئر کا آغاز کیا۔ 1985ء میں مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دینے سے قبل انہوں نے زراعت اور GAD' انفارمیشن اور رابطہ عامہ' اور تعلیم کے وزیر کی حیثیت سے ریاستی حکومت میں خدمات انجام دیں اور وہ 1980 تا 1985 مدھیہ پردیش قانون ساز اسمبلی میں قائد حزب اختلاف بھی رہے۔ 1986 میں مرکزی حکومت میں وزیر کامرس کی حیثیت سے شامل ہونے سے قبل وہ پنجاب کے گورنر بھی رہے۔ بعد ازاں وہ 91-1988 کے دوران حکومت ہند کے وزیر مواصلات بھی بنے۔ نویں لوک سبھا کے رکن کی حیثیت سے محترم ارجن سنگھ نے 1991 سے 1996 کے دوران حکومت ہند کے مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی وسائل کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ ملک کے معاشی' سیاسی اور سماجی منظر نامہ میں معاشی اصلاحات کے عمل کے آغاز کی وجہ سے اہم تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔

اس یونیورسٹی کے قابل احترام چانسلر پروفیسر عبید صدیقی رائل سوسائٹی کے فیلو اور مالیکولر بیالوجی' بی ہیویئر جنیٹکس اور نیورو بیالوجی کے میدان کے ایک مایہ ناز سائنس داں ہیں۔ وہ قومی مرکز برائے حیاتیاتی سائنس TIFR بنگلور کے تاسیسی ڈائرکٹر بھی ہیں جہاں

وہ فی الوقت پروفیسر ایمریٹس ہیں۔ پروفیسر صدیقی نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی ہے جہاں انہوں نے 1954ء میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا تھا۔ انہوں نے یونیورسٹی آف گلاسگو میں بھی تعلیم حاصل کی۔ 1962 میں بمبئی کے ٹاٹا انسٹیٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ سے وابستگی اختیار کرنے سے قبل انہوں نے گولڈ اسپرنگ ہاربر لیباریٹری، نیویارک، یونیورسٹی آف پنسلوانیا، ییل یونیورسٹی اور MRC لیباریٹری آف مولیکیولر بیالوجی، کیمبرج میں بھی اپنی خدمات انجام دی ہیں۔ پروفیسر صدیقی میساچوسیٹس انسٹی ٹیوٹ آف تکنالوجی کے وزیٹنگ پروفیسر، کیلیفورنیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی کے Gosney Fellow اور شرمان فیرچائیلڈ کے امتیازی اسکالر بھی رہے ہیں۔ وہ Clare Hall، کیمبرج کے تاحیات رکن بھی ہیں۔

انڈین اکیڈیمی آف سائنسز کے سابق صدر اور انڈین نیشنل سائنس اکیڈیمی، نیشنل اکیڈمی آف سائنسز، رائل سوسائٹی آف لندن اور تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنسز ٹریسٹی کے فیلو پروفیسر صدیقی شانتی سوروپ بھٹناگر ایوارڈ، آر یہ بھٹ میڈل، برلا سمارک کوش ایوارڈ فار بائیومیڈیکل ریسرچ اور پدماوبھوشن کے بھی حامل ہیں۔ انہیں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور بنارس ہندو یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ آف سائنس کی اعزازی ڈگری سے بھی نوازا ہے۔ پروفیسر صدیقی ہندوستان میں کئی جامعات کی گورننگ باڈیز میں شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے میدان میں سو سے زیادہ مقالے شائع کیے ہیں۔

یہ امر میرے لیے نہایت ہی خوشی اور مسرت کا باعث ہے کہ میں اعزازی

ڈگریاں حاصل کرنے والے معززین کا تعارف کراؤں۔ محترم ارجن سنگھ کا تعارف میں نے پہلے ہی کرادیا ہے اور اعزازی ڈگری قبول کرنے کے لیے ان کے مثبت ردعمل پر میں ان کا نہایت شکر گزار رہوں۔ اعزازی ڈگریاں حاصل کرنے والے دیگر معززین میں ہزا کسلنسی پروفیسر اخلاق الرحمٰن قدوائی گورنر آف ہریانہ اور اردو کے مایہ ناز ادیب اور نقاد جناب شمس الرحمٰن فاروقی سابق بیوروکریٹ انڈین پوسٹل سروس شامل ہیں۔

ہزا کسلنسی پروفیسر اخلاق الرحمٰن قدوائی گورنر ریاست ہریانہ ایک مجاہد آزادی ہیں۔ وہ نامیاتی اور حیاتیاتی کیمیا کے معروف سائنس داں اور برطانوی' امریکی اور ہندوستانی کیمیکل سوسائٹیوں کے رکن ہیں۔ بین الاقوامی سطح کے معروف جرائد میں ان کے 40 مقالوں کی اشاعت کے ساتھ کئی اکیڈمک باڈیز کی رکنیت کے علاوہ پروفیسر قدوائی نہایت' روشن اور طویل اکیڈمک کیرئیر کے بھی حامل ہیں۔ ان کا یہ کیرئیر 1967 میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ سائنس کے صدر اور ڈین کے اوج کمال تک بھی پہنچا۔ اس کے بعد سے انہوں نے کئی ممتاز حیثیتوں میں اپنی خدمات انجام دی ہیں۔ وہ مغربی بنگال اور بہار کے گورنر' یونین پبلک سروس کمیشن کے چیرمین اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے چانسلر بھی رہ چکے ہیں۔

جناب شمس الرحمٰن فاروقی صاحب بین الاقوامی سطح پر معروف اردو مصنف' نقاد' نظریہ ساز' شاعر اور ترجمہ نگار ہیں۔ ان کا تعلق الہ آباد سے ہے آپ سابق میں سیول سرونٹ رہے اور حکومت اترپردیش کے چیف پوسٹ ماسٹر جنرل کی حیثیت سے سبکدوش

ہوئے ہیں۔ جناب فاروقی 40 سال سے اردو زبان کے ایک نہایت ہی پر اثر اور خلاق اردو مصنف کی حیثیت سے معروف ہیں اور شعر و ادب، نظریہ اور لسانی تنقید کے میدانوں میں 1968 سے اپنا حصہ ادا کر رہے ہیں۔ ان کی شخصیت ہمہ لسانی ہے اور انہوں نے خصوصیت کے ساتھ 18 ویں اور 19 ویں صدی کی شاعری اور ادبی نظریہ کے مطالعے کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہیں مغربی بنگال، دہلی اور اتر پردیش کی اردو اکیڈمیوں نے اعزازات اور تمغات سے نوازا ہے۔ اس کے علاوہ انہیں 1986 میں ساہتیہ اکیڈمی کی جانب سے اردو کے لیے قومی ایوارڈ بھی عطا کیا گیا۔ 1996 میں برصغیر کا اعلیٰ ترین ادبی ایوارڈ سرسوتی سمان بھی انہیں حاصل ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنے ترجموں کے ذریعہ اردو اور فارسی کے قدیم ترین مقدس نغمات کو انگریزی دانوں تک پہنچایا ہے۔ موصوف جنوبی ایشیا ہی میں نہیں بلکہ مغربی یورپ اور شمالی امریکہ میں بھی کثرت سے پڑھے جانے والے اور زبردست داد و تحسین کے ساتھ سراہے جانے والے اردو ادیب ہیں۔

یہ بالکل فطری بات ہے کہ اس قابل احترام اجتماع اور تاریخی موقع پر یونیورسٹی کے تصور، ویژن اور سرگرمیوں کو بھی پیش کیا جائے۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی 1998 میں ایک مرکزی یونیورسٹی کی حیثیت سے قائم کی گئی اس کا دائرہ کار سارا ہندوستان ہے اور اس کے مقاصد میں اردو زبان کی ترقی اور فروغ، اردو ذریعہ تعلیم سے اعلیٰ، تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم کی فراہمی اور تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ شامل ہے۔ یونیورسٹی کو اس بات کا اختیار دیا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کورسز روایتی اور فاصلاتی طرز تعلیم کے ذریعہ فراہم کرے۔ حکومت

آندھرا پردیش نے یونیورسٹی کیمپس کے قیام کے لیے شہر حیدرآباد کے خوبصورت اور قابل دید علاقہ، گچی باؤلی میں 200 ایکڑ زمین فراہم کی ہے۔

یونیورسٹی کے نام اور اس کے تصور ہی سے یہ بات ظاہر ہے کہ حکومت اردو کو ایک قومی زبان کی حیثیت سے نہ صرف مانتی ہے بلکہ اسے خصوصی مقام بھی عطا کرتی ہے۔ یہ ایک عوامی زبان ہے جو مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان رابطے کی زبان (Lingua france) کی طرح ملک بھر میں بولی جاتی ہے۔ یہ خالصتاً ہندوی زبان ہے جس کی جڑیں ہندوی اور ہندوستانی ہیں۔ یہ وہی زبان ہے جس کی جھلک کبیر کے دوہوں اور امیر خسرو کی شاعری میں ملتی ہے۔ یہ ایک ایسے تصور اور جذبات سے آراستہ زبان ہے جو مختلف تہذیبوں اور ملکوں کے درمیان روابط کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرتی رہی ہے۔ یہ زبان ڈرامہ، سنیما، شاعری، سیاست اور روزمرہ کی گفتگو کی زبان ہے۔ اگر ہم آج اردو کے اردگرد کے معاشرہ پر سرسری نظر بھی ڈالیں تو یہ حقیقت آشکار ہوجاتی ہے کہ اس زبان کی تعمیر کرنے والوں میں زیادہ تر معاشی طور پر کمزور اور سماجی طور پر فوائد سے محروم شہری شامل ہیں اور یہ کہ یہ زبان ملک کی تقریباً سبھی ریاستوں میں بولی جاتی ہے اور اسے وسیع پیمانے پر سماجی اور ثقافتی عمومیت اور قبولیت حاصل ہے۔ حالانکہ اردو بولنے والے افراد موجودہ نظام میں ادارہ جاتی سطح پر مربوط نہیں ہیں۔ وقت کے ساتھ اردو بولنے والے لوگ تعلیمی اور سماجی سطح پر تنزلی کا شکار ہوتے گئے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں جو پیچیدہ بھی ہیں۔ ان کا احاطہ کیا جائے تو ان میں اعلیٰ طبقہ کا اس زبان سے کلی طور پر دستبردار ہونے سے لے کر

اردو بولنے والے متوسط طبقہ کی مسلسل پسماندگی شامل ہیں۔ اس کا ایک اہم انجام گزشتہ چند دہوں سے اردو بولنے والے عوام کے قومی دھارے سے دوری اور عدم شمولیت کی صورت میں سامنے آیا۔ یہ وہی زبان ہے جو کبھی آرٹس، کامرس اور علوم انسانی کے پیشہ ورانہ اور ٹیکنیکل کورسوں کا ذریعہ تعلیم تھی لیکن آج اعلیٰ تعلیم کے حصول کی راہ میں خود ایک رکاوٹ بن چکی ہے۔ اس لیے اس یونیورسٹی کا اساسی تصور ہی یہ ہے کہ اردو ذریعہ تعلیم سے جدید، اعلیٰ اور تکنیکی تعلیم فراہم کرکے اس رکاوٹ کو ایک پل (Bridge) میں تبدیل کردیا جائے۔

فوری طور پر اس تصور کو فاصلاتی طرز ہی میں نافذ کرنا ممکن تھا اسی لیے یونیورسٹی نے اسے تقویت دی اور اپنی طاقت فاصلاتی تعلیم پر صرف کرتے ہوئے گزشتہ تعلیمی سال میں 13 ہزار سے زائد داخلے دیئے۔ آج 07-2006 میں فاصلاتی طرز تعلیم میں یہ تعداد 65 ہزار سے زائد تک پہنچ چکی ہے۔ اسٹڈی سنٹروں کی تعداد میں بھی 90 سے 119 تک اضافہ ہوچکا ہے۔ ایک لازمی طریقہ کے بطور یونیورسٹی کے موجود علاقائی مراکز کے علاوہ جو ممبئی، دہلی، بنگلور، کولکتہ، پٹنہ، دربھنگہ اور سری نگر میں قائم ہیں، یونیورسٹی نے لکھنؤ، حیدرآباد سنبھل، میوات اور جموں میں ذیلی علاقائی مراکز قائم کیے ہیں تاکہ وسیع پیمانے پر اور مزید موثر انداز میں طلبا کے لیے امدادی نٹ ورک قائم کیا جاسکے۔

یونیورسٹی اسی تصور کے ساتھ اپنی کارکردگی کو جاری رکھے ہوئے ہے کہ اس کی مخلصانہ کوششوں کے ذریعہ ممکنہ طور پر اردو بولنے والے افراد تعلیمی قوت، جدید تعلیم اور فکری

انکشاف سے بہرہ ور ہوں۔ ان باتوں کو رہنما اصولوں کی حیثیت سے مدنظر رکھتے ہوئے اور انہیں اردو بولنے والوں کی خود اختیاری میں منتقل کرتے ہوئے یونیورسٹی نے کئی ترقیاتی اسکیموں کا آغاز کیا ہے جو یو جی سی کے دسویں منصوبہ کے تحت منظور شدہ ہیں۔ ان میں ایک مرکز برائے نہرو اسٹڈیز (دہلی علاقائی مرکز پر) بھی شامل ہے' اقلیتی طلبا کو قومی اہلیتی امتحان (NET) کی کوچنگ فراہم کرنے کے لیے یو جی سی نیٹ کوچنگ سنٹر قائم کیا گیا۔ اردو بولنے والوں کی انگریزی صلاحیت میں بہتری' مضامین کی تفہیم اور مقابلہ جاتی رجحان پیدا کرنے کے لیے ایک ریمیڈیل کوچنگ سنٹر قائم کیا گیا۔ سرکاری ملازمتوں میں اقلیتی امیدواروں کے داخلے کے لیے ایک سنٹر فار کوچنگ آف مائنارٹی کینڈیڈیٹس قائم کرکے ان میں مسابقتی روح پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اردو اساتذہ کے پیشہ ورانہ فروغ کے لیے ایک اکیڈمی بھی قائم کی گئی ہے تاکہ مہارت کے فروغ' تربیت' بہترین تدریسی تجربات کی فراہمی' اسکولی تعلیم میں تحقیق پر زور اور پرائمری اور ہائی اسکول کے اردو اساتذہ میں مسابقت' حوصلہ افزائی اور خود اختیاری کے لیے کام کیا جاسکے۔ یونیورسٹی کے کارناموں میں ایک اہم ترین اضافہ باوقار اکیڈمک اسٹاف کالج کا قیام ہے۔ یہ ملک میں قائم ہونے والا 57 واں اس طرح کا کالج ہے۔ ایک اور اہم اضافہ سنٹر فار اسٹڈی آف سوشیل ایکسکلوژن اینڈ انکلیوژیو پالیسی کا یونیورسٹی میں قائم ہونا ہے۔ ایک کم عمر ادارہ کے لیے یہ ایک قابل قدر کامیابی ہے۔ جدید معلومات اور مواصلاتی تکنالوجی کے اطلاق کے ذریعہ اس کی مخلصانہ کوششوں کی توسیع اور پھیلاؤ کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یونیورسٹی

نے ایک انسٹرکشنل میڈیا سنٹر بھی قائم کیا ہے تا کہ اسباق اور تعلیمی پروگراموں کو تیار کر کے انہیں ٹیلی ویژن کے ذریعہ براڈ کاسٹ کیا جاسکے۔

سچر کمیٹی کی رپورٹ کے ذریعہ لسانی اقلیت کی ترقی کے لئے ایک انتہائی موزوں اور برمحل ہمہ جہتی اقدام کی ضرورت کا اظہار کیا گیا ہے۔ رپورٹ نے فروغ اردو کے سلسلے میں ایک غیر معمولی خدمت کی ہے' جس میں نہ صرف صورت حال کی انتہائی معروضی تصویر پیش کی گئی ہے بلکہ اعداد و شمار کا تنقیدی تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ پالیسی سازی میں بہتر معلومات فراہم ہوں گی۔ مجھے یہ کہتے ہوئے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ یونیورسٹی پہلے ہی سے ان خطوط پر کام کر رہی ہے جن کی سفارش سچر کمیٹی نے کی ہے۔ خصوصاً وہ سفارش جس میں اردو زبان پر مبنی ابتدائی تعلیم کی توسیع و استحکام اور فنی مہارتوں اور پیشہ ورانہ ترقی پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

رپورٹ نے اس قومی ادارے کے لئے ایک منفرد اہم موقع بھی فراہم کیا ہے اور ایک بڑا چیلنج بھی پیش کیا ہے۔ اس رپورٹ میں جو حقائق سامنے آئے ہیں ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ مسلمان تعلیمی' معاشی' سماجی استحکام' وسائل تک رسائی' روزگار اور حکومت میں نمائندگی وغیرہ میں عام طور پر درج فہرست طبقات اور درج فہرست قبائل سے کچھ اوپر ہیں لیکن ہندو اور ہندو پسماندہ طبقات سے پیچھے ہیں۔ غربت' تعلیم کی کم سطح' اسکولوں تک رسائی میں کمی' اسکولوں کی قدامت پسندی اور خواتین کی تعلیم کی کم شرح وغیرہ وہ اہم مسائل ہیں جو مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں سدراہ بنے ہوئے ہیں جس کے سبب مسلمانوں کی شرح

خواندگی 59% (2001) ہے جو کہ قومی شرح خواندگی 65% سے کم ہے۔

ان مسائل پر جامع انداز سے اور ادارہ جاتی استحکام کے طرز پر توجہ دی جانی چاہیئے جس میں اساتذہ کی تربیت اور تعلیم پر خصوصی توجہ مرکوز ہونی چاہیئے۔ یونیورسٹی نے سری نگر (جموں وکشمیر) اور دربھنگہ (بہار) میں ٹیچرس ٹریننگ کالج قائم کئے ہیں جہاں اردو ذریعہ تعلیم سے بی ایڈ کا پروگرام چلایا جارہا ہے۔ بھوپال میں بھی جلد ہی ایک ٹیچر ایجوکیشن کالج شروع کیا جائے گا۔ یو جی سی نے اردو اسکول کے اساتذہ کی پیشہ ورانہ ترقی کے لئے ایک اکیڈمی/مرکز کے قیام کی منظوری دی ہے۔ یہ مرکز برسر خدمت اردو میڈیم اسکول اساتذہ میں جدید رجحانات کے مطابق، معلومات، تدریسیات، تعلیمی حکمت عملیوں اور نصابی مواد کو فروغ دے گا۔ یہ پرائمری، سکنڈری اور سینئر سکنڈری اساتذہ کی یکجا تربیت کے لئے ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہوگا۔ یہ اکیڈمی مکمل طور پر یو جی سی کی مالی امداد یافتہ ہے۔ یہ اساتذہ کو مضامین اور تدریسی طریقوں کی تازہ ترین معلومات سے بہرہ ور کرنے کے لئے مختلف اختراعی پروگرام ترتیب دے گی۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے حیدرآباد اور دربھنگہ میں سی بی ایس سی کے طرز پر ماڈل اسکول کے قیام کی بھی منظوری دی ہے۔ ان اسکولوں میں اول تا دسویں جماعت کی تعلیم کا نظم رہے گا۔

اردو بولنے والے کاریگر اور فن کار ملک میں بڑھنے والی معاشی قوتوں کی رکاوٹوں سے کافی حد تک متاثر ہوئے ہیں خصوصاً گذشتہ ایک دہے کے دوران اس صورت حال میں اضافہ ہوا ہے۔ روایتی طرز کی دستکاری کی جگہ کم لاگت والی مشینی اشیا نے لے لی ہے جس

کے سبب عوام کا ایک پورا طبقہ معاشی محرومی کا شکار ہو گیا ہے۔ عوام کی اس قابلیت کے پیش نظر یونیورسٹی بہت جلد حیدر آباد، بنگلور اور دربھنگہ میں صنعتی تربیت کے ادارے قائم کرے گی۔ یہ اقدام رپورٹ میں پیش کی گئی ان سفارشات کو سامنے رکھ کر کیا جا رہا ہے جس کے مطابق یہ معاشی ترقی کی پست صورتحال سے مقابلہ کرنے کی موثر حکمت عملی ہوگی۔

مجھے عزت مآب وزیر اور معزز حاضرین کے سامنے یونیورسٹی کی سرگرمیوں کا ایک اجمالی خاکہ پیش کرنے کا موقع حاصل ہوا ہے۔ جہاں تک یونیورسٹی کے انفراسٹرکچر کی ترقی کا سوال ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بڑی تیزی سے یہ مراحل آگے بڑھے ہیں۔ ان میں نظامت فاصلاتی تعلیم، لیکچر ہال، اسٹاف کوارٹرس، بوائز ہاسٹل، تدریسی میڈیا سنٹر اور ثقافتی مرکز برائے اردو کی عمارتیں مکمل ہو چکی ہیں۔ یہ تمام سرگرمیاں اس بات کی علامت ہیں کہ یہ ادارہ اپنے مقاصد اور ایکٹ کی روح کے عین مطابق استحکام کی طرف گامزن ہے اور اپنی بنیادوں کو مضبوطی کے ساتھ استوار کرتے ہوئے کامیابی و شناخت کے ایک روشن ترین دور میں داخل ہونے کے لئے تیار ہے۔ اس پس منظر میں یونیورسٹی وزیر موصوف کا پر خلوص شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے کہ انہوں نے اس نوخیز اور ابھرتے ہوئے قومی ادارے کی بہتری کے لئے مسلسل اور دائمی دلچسپی اور تعلق کو برقرار رکھا ہے۔

شکریہ